لائق احترام حضرت مہتمم صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ   مزاج گرامی

ذیل میں ایک اہم موضوع آپ کی خدمت میں ارسال ہے آپ اپنے متعلقہ شعبہ کی مشاورت کے بعد اپنے موقر ادارے کے باضابطہ موقف سے آگاہ فرمائیں۔

موضوع: ہندوپاک میں رائج ومتعارف قرآن کریم کا رسم وضبط

واضح رہے کہ ہندوپاک میں قرآن کریم کا جو رسم بطور رسم عثمانی متعارف ہے اُس کا مرکزی محور اِس فن کے امام شیخ ابوعمرو الدانیؒ (متوفی 444ھ) کے نصوص وترجیحات ہیں جبکہ عرب دنیا میں متعارف رسم اُن کے شاگرد امام ابوداؤد بن نجاحؒ کی ترجیحات کے مطابق ہے۔

جبکہ نقط وقف واعراب (ـَ ـِ ـُ ا ـٌ ـً ـٍ ـٓ) کے لیے وضع کردہ علامات اجتہادی ہیں جس میں عرب وعجم کے علماء نے اپنی علاقائی ضروریات کو پیش نظر رکھا اور تاحال اسی پر عمل ہو رہا ہے۔

اب ایک مخصوص طبقے نے یہ آواز اٹھائی ہے کہ اِس کو بدل کر عربوں میں رائج رسم وضبط کو ہندوپاک میں بھی رائج کرنا چاہیے۔ اِس تناظر میں ہم آپ سے علمی رہنمائی چاہتے ہیں کہ:

۱۔ عام طور پر تاج کمپنی والا رسم وضبط جو ہندوپاک میں رائج ومتعارف ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟

۲۔ ہندوپاک میں عرب ملکوں والا ضبط (علامات اِعراب) کو رائج کرنا چاہیے یا نہیں؟

۳۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایسی تبدیلی امت میں ایک نئے اختلاف کو جنم دے گی؟

طالب دعا: محمد حفیظ البرکات شاہ
ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

دار الافتاء

منسلکہ فتوی میں آپ کے سوالات کے جوابات موجود ہیں، ملاحظہ فرمائیں

10C29

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم الرسم اور علم الضبط کا تعارف

قرآن کریم کی کتابت کے لئے ضروری ہے کہ اسے عربی خط میں لکھا جائے، اور رسمِ عثمانی کی پابندی کی جائے، منسلکہ فتویٰ (۸/۱۷۱۸) قرآن کریم کے رسم وضبط کے موضوع پر ہے، مناسب ہے کہ تحریر سے قبل بطور تمہید کے رسم اور ضبط کا اصطلاحی فرق اور رسمِ عثمانی اور ضبط کا مختصر تعارف پیشِ خدمت کر دیا جائے جس کے لئے یہ تحریر لکھی جا رہی ہے۔

رسمِ عثمانی کی تعریف:

حضرت قاری رحیم بخش پانی پتیؒ "الخط العثمانی فی الرسم القرآنی" میں رسمِ عثمانی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> عثمانی رسم الخط کے معنی یہ ہیں قرآنی کلمات کو حذف و زیادت، وصل و قطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل پر لکھنا جس پر دورِ عثمانی میں صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو چکا ہے، اور تواتر کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، پس قرآن کی رسم توقیفی و اجماعی ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ہے۔ (ص ۹۔۱۰)

توقیفی کی مزید وضاحت حضرت قاری اظہار احمد تھانویؒ کی درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے:

> جمہور محققین فرماتے ہیں کہ کلماتِ قرآنی کی رسمی اوضاع (اندازِ تحریر) بھی توقیفی ہیں، مصاحفِ عثمانی بعینہ اس رسم پر لکھے گئے جس رسم پر صحفِ ابوبکر صدیقؓ تھے، اور صحفِ صدیقی بعینہ اس رسم پر مرسوم ہوئے جس رسم پر آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کے حضور میں کاتبینِ وحی نے قرآن مجید کو لکھا، اور وہ بعینہ وہ رسم تھا جو لوحِ محفوظ میں ہے، لہذا موجودہ اوضاع رسمی لوحِ محفوظ کے مطابق ہیں اور توقیفی ہیں۔
>
> لفظ توقیفی اور سماعی ہم معنی ہیں، توقیف وقف سے ہے معنی ٹھہراؤ، یعنی اوضاعِ رسمی (قرآن کریم کے اندازِ تحریر) کا موجد کوئی کاتبِ وحی نہیں ہے، یا یہ لفظ وقوف بمعنی شعور و تعلیم سے ہے یعنی یہ تمام رسم امر مشروع ہے، شارع علیہ السلام کی تعلیم و تربیت کے نتیجے میں ہے۔ (ایضاح المقاصد: ص ۱۰)

جیسے: "العــالمین" یہ کلمہ عربی خط کے مطابق تو ہے لیکن رسمِ عثمانی کے خلاف ہے، کیونکہ یہ کلمہ تمام مصاحفِ عثمانیہ میں حذفِ الف کے ساتھ "العلمین" لکھا ہوا ہے۔

دار الافتاء

10032

Scanned by CamScanner

مصاحفِ عثمانیہ میں رسم کا اختلاف:

مصاحفِ عثمانیہ میں حذف واثبات وغیرہ کا اختلاف موجود ہے، اور یہ اختلاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھوائے ہوئے صحف سے ماخوذ ومنقول ہے، لہٰذا ان کلمات کے رسم کی حفاظت بھی جن میں حذف واثبات وغیرہ کا اختلاف ہے، امت کی ذمہ داری ہے۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس اختلاف کو مختلف مصاحف میں لکھوا کر ان میں جمع فرما کر محفوظ فرمادیا مثلاً الصراط (سورۃ الفاتحہ:٦) کا کلمہ اثباتِ الف الصراط اور حذفِ الف کے ساتھ الصرٰط بھی ثابت ہے، اور ان مصاحف کے رسم میں یہ حسن وخوبی بھی ہے کہ اس میں تمام قراءاتِ متواترہ سماجاتی ہیں، جمع قراءات کی مثال یہ ہے: ملک یوم الدین (سورۃ الفاتحہ:٤) میں کلمۂ مالک تمام مصاحفِ عثمانیہ حذفِ الف کے ساتھ ملک لکھا ہوا ہے، اور اس میں دو متواتر قرائتیں ہیں ایک مالک اور دوسری مَلک اب اس کو حذفِ الف کی صورت میں دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں وہ اس طرح کہ اس میں میم پر کھڑی زبر ڈال کر ملٰک پڑھ سکتے ہیں اور پڑی زبر ڈال کر مَلِک پڑھ سکتے ہیں، (بعد ازاں ائمہ رسم نے بھی مصاحفِ عثمانیہ کو سامنے رکھ کر ہی ان کلمات کے رسم کے اختلافات کو اپنی کتب میں ذکر کر کے امت کے سامنے پیش کیا ہے)۔

ورنہ یہ صورت بھی ہو سکتی تھی کہ ایک ہی مصحف ہوتا اور اس میں مختلف فیہ کلمات، حذف واثبات وغیرہ کے ساتھ مکرر لکھ کر جمع کر دیئے جاتے، لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرز کو اختیار نہیں فرمایا، چنانچہ علامہ دانیؒ "المقنع" میں فرماتے ہیں:

قال أبو عمرو: فإن سأل عن السبب الموجب لاختلاف مرسوم هذه الحروف الزوائد فی المصاحف قلت السبب فی ذلک عندنا إن أمیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی الله عنه لما جمع القرآن فی المصاحف ونسخها علی صورة واحدة وآثر فی رسمها لغة قریش دون غیرها مما لا یصحّ ولا یثبت نظرا للأمّة واحتیاطا علی أهل الملّة وثبت عنده إن هذه الحروف من عند الله عز وجل کذلک منزلة ومن رسول الله صلی الله علیه وسلم مسموعة وعلم إن جمعها فی مصحف واحد علی تلک الحال غیر متمکّن إلا بإعادة الکلمة مرتّین وفی رسم ذلک کذلک من التخلیط والتغییر للمرسوم مالا خفاء به ففرقها فی المصاحف لذلک فجاء ت مثبتة فی بعضها ومحذوفة فی بعضها لکی تحفظها الأمة کما نزلت من عند الله عز وجل وعلی ما سُمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم فهذا سبب اختلاف مرسومها

دار الافتاء

00C33

Scanned by CamScanner

فی مصاحف أهل الأمصار.(المقنع فی رسم مصاحف الأمصار ص: ۱۱۸، ۱۱۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ مصاحف مختلف دیار میں بھیج دیئے اور ان مصاحف کے ساتھ اساتذۂ کرام بھی بھیجے، جنہوں نے ان مصاحف کو سامنے رکھ کر امت کو تعلیم دی۔

چنانچہ حضرت قاری اظہار احمد تھانوی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''ابو علیؒ نے کہا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ آپ مصحف مدنی کو سامنے رکھ کر پڑھائیں، حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصحف کی پیش نظر رکھ کر تعلیم کا حکم دیا، حضرت مغیرہ بن شہابؒ کو مصحف شامی کے ساتھ دمشق روانہ فرمایا، ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ کو مصحف کوفی کا معلم مقرر فرمایا، عامر بن عبد قیسؒ کو مصحف بصری کے ہمراہ بصرہ روانہ فرمایا۔ایک مصحف یمن اور ایک بحرین بھی روانہ کیا گیا۔نہیں معلوم کہ کن حضرات کے ہمراہ یہ مصاحف روانہ ہوئے، یہی وجہ ہے کہ أئمہ عشرہ پانچ ہی شہروں (مدینہ، مکہ، کوفہ، بصرہ، اور دمشق) میں محدود ہیں۔(ایضاح المقاصد، ص:۸۲)

اس سلسلے کی مثال ملاحظہ ہو: سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۰۰ تَجْرِی تَحْتَهَا میں دو متواتر قرائتیں ہیں، ایک یہی تَجْرِی تَحْتَهَا یعنی بغیر حرفِ مِن جارہ اور تاء کے نصب کے ساتھ جبکہ دوسری حرف مِن اور تاء کی جر کے ساتھ یعنی تَجْرِی مِن تَحْتِهَا، حرفِ مِن جارہ والی قراءت ابن کثیرؒ کی ہے اور مصاحفِ عثمانیہ میں سے مصحفِ مکہ میں حرفِ جر مِن موجود ہے جبکہ باقی أئمہ کی قراءت بغیر حرفِ مِن کے ہے اور دیگر مصاحفِ عثمانیہ میں بھی حرفِ جر مِن موجود نہیں ہے۔

وفی نشر المرجان: قرأ ابن کثیر من تحتها بزیادة من الجاره وخفض التاء وکذا هو فی مصحف مکة، وقرأ الباقون بدون من ونصبوا التاء وکذا هو فی مصاحفهم.(ج:۲، ص؛۵۱۶)

دار الافتاء

علم الضبط کی تعریف:

علم الضبط کی تعریف یہ ہے کہ علم الضبط ''وہ علم ہے جس کے ذریعے حرف کو لاحق ہونے والی مخصوص علامات مثلاً حرکات وسکنات، تشدید ومد وغیرہ کی پہچان ہوتی ہے''۔

علم الضبط کا موضوع وہ علامات ونشانات (حرکات، سکون، مد وشد وغیرہ) ہیں، جو کلماتِ قرآنیہ کے درست تلفظ میں معاون ہوتے ہیں۔گو یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ صحیح قراءت اور درست تلفظ، اصلاً کسی استاذ سے ہی سیکھا جا سکتا ہے، البتہ علم

JOC34

Scanned by CamScanner

الضبط سے اس میں مدد ضرور لی جاسکتی ہے۔

رسمِ عثمانی اور علمِ ضبط میں فرق:

رسمِ عثمانی سے مراد کلماتِ قرآن کا وہ نظامِ املاء اور طریقِ ہجاء ہے جو مصاحفِ عثمانیہ میں اختیار کیا گیا ہے، یہ مخصوص رسم الخط، کتابتِ قرآن میں جوہر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور باعتبارِ اثبات وحذف، وصل وقطع وغیرہ اس کا تعلق حروف کی ذات سے ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ بعینہٖ وہی اندازِ تحریر ہے، جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اس لئے یہ رسم، رسمِ توقیفی ہے اس میں رائے کو بالکل دخل نہیں، لہذا اس کی پابندی ضروری اور لازمی ہے۔

جبکہ علمِ ضبط کا تعلق ان علامات اور نشانات (حرکات، سکنات، مد وشد وغیرہ یعنی حروف کے عوارض) سے ہے جو کلماتِ قرآنیہ کے درست تلفظ میں مدد دیتے ہیں، چونکہ عہدِ نبوت اور عہدِ صحابہؓ میں مصاحف ضبط سے خالی تھے، اس لئے ضبط کی یہ علامات منصوص نہیں ہیں، بلکہ اصطلاحی ہیں۔ اس لئے مختلف دیار کے مصاحف میں ان علامات کے اندر کسی قدر تفاوت پایا جاتا ہے، مثلاً وہ حرف جس پر ضمہ کی علامت ہو اور اس کو کھینچ کر (یعنی صلہ کرکے پڑھنا ہو)، تو برصغیر میں رائج ضبط کے مطابق اس پر اُلٹا پیش ڈال دیا جاتا ہے، مثلاً لَہٗ جبکہ سعودی عرب میں رائج ضبط کے مطابق ایسے موقع پر حرف پر پیش لگا کر آگے چھوٹا سا واؤ بنا دیا جاتا ہے۔ جیسے لَهُۥ، تاہم رسمِ عثمانی کی پابندی بہرحال ضروری ہوتی ہے۔

کتبہ

خلیل الرحمان عفی عنہ

(استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی)

۲۳/۷/۱۴۳۶ھ

00035

Scanned by CamScanner

دار الافتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآنِ کریم اور اسکا رسم وضبط

ایک علمی اور تحقیقی جائزہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وبعد: قرآنِ کریم کی کتابت کے لیے دو چیزوں کی رعایت ضروری ہے، ایک خط کا عربی ہونا، دوسرا رسمِ عثمانی کے مطابق ہونا، یعنی کتابتِ قرآن کے لیے خطِ عربی کے ساتھ ساتھ اُس اندازِ تحریر کی پابندی بھی ضروری ہے، جس کے مطابق سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم لکھوایا تھا، آپ کے بعد عہدِ صدیقی میں بھی اسی طرز پر لکھا گیا، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد میں اُسی منہج پر قرآن کریم کے کئی نسخے لکھوا کر مختلف بلادِ اسلامیہ کو بھیجے، وہی مصاحف باجماعِ امت کتابتِ قرآن کیلئے معیار قرار پائے۔ چنانچہ مفتی اُعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ ''جواہر الفقہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''پہلے ایک بات بطور مقدمہ سمجھ لی جاوے، .... وہ یہ ہے کہ باجماعِ صحابہؓ وتابعینؒ اور باتفاقِ اُئمہ مجتہدینؒ پوری امتِ محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک قرآنِ مجید کی کتابت میں مصحفِ عثمانی جس کو اصطلاح میں ''امام'' کہا جاتا ہے، اس کا اتباع واجب ہے۔ اس کے خلاف کرنا تحریفِ قرآن اور زندقہ کے حکم میں ہے......اور علامہ حسن شرنبلالی رحمہ اللہ صاحبِ نور الایضاح جو دسویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ مصنف تصانیفِ کثیرہ، مذہبِ حنفی کے معروف مفتی ہیں۔ ان کا ایک مستقل رسالہ اِس موضوع پر ہے۔ بنام ''النفحۃ القدسیۃ فی احکام قراءۃ القرآن و کتابتہ بالفارسیۃ'' اس میں مذاہبِ اُربعہ، حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی مستند کتب سے اجماعِ امت اور اُئمہ اربعہ کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن کی کتابت میں مصحفِ امام کے رسمِ خط کا اتباع واجب ولازم ہے۔ غیر عربی عبارت میں اس کا لکھنا حرام ہے......الخ (ص:۱۷و۱۸، ج:۲)

حق تعالیٰ نے اِس امت سے جس طرح قرآنِ کریم کی قراءات کی حفاظت کا کام لیا اسی طرح قرآنِ کریم کے رسم کی حفاظت کی سعادت بھی اس امت کو عطا فرمائی، اُئمہ قراءات کی طرح، اُئمہ رسم بھی اس امت میں پیدا ہوئے، علماءِ رسم میں سرفہرست امام ابو عمرو عثمان دانیؒ (متوفی ۴۴۴ھ) اور ان کے مایہ ناز

JOC36

Scanned by CamScanner

شاگرد امام ابوداؤد سلیمان بن نجاح ؒ (متوفی ۴۹۶ھ) ہیں، چنانچہ علم الرسم میں جب شیخین کا لفظ استعمال ہوتا ہے، تو یہی دونوں حضرات مراد ہوتے ہیں۔

دیگر علوم اسلامیہ کی طرح علم الرسم میں بھی چھوٹی بڑی درجنوں تصانیف وجود میں آئیں، ان میں سے بعض کتابوں میں ایجاز واختصار سے کام لیا گیا ہے، جیسے المقنع للدانی، اور بعض کتابوں میں تفصیل سے کام کیا گیا ہے، چنانچہ ہر سورت کی آیات بلکہ ان کے ایک ایک کلمہ پر کلام کیا گیا ہے کہ اس کلمہ کا رسم اصطلاحی (عثمانی) کیا ہے، جیسے مختصر التبیین لأبی داود ؒ اور نثر المرجان لمحمد غوث ؒ، چنانچہ فضیلۃ الشیخ محمد شفاعت ربانی زید مجدھم اپنے رسالے "حکم الألفات التی سکت عنها الإمام الدانی ؒ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"إنّ كتاب (المقنع) لم يتتبّع ظواهر الرسم في المصحف سورةً سورةً، و آيةً آيةً من أوّل المصحف إلى آخره، مثل كتاب: (مختصر التبيين لهجاء التنزيل) لابن نجاح ؒ (ت: ۴۹۶ھ)، و (نثر المرجان) لمحمد غوث الأركاتي الهندي ؒ (ت: ۱۲۳۸ھ)، بل سلك فيه مسلك الإيجاز والاختصار بذكر حكم الكلمات المماثلة في مكان واحد مع ذكر أمثلة منها، على شكل أبواب و فصول، مثل كتاب أبي العباس المهدوي ؒ (ت بعد: ۴۳۰ھ) (هجاء مصاحف الأمصار)، معتمدا على المصاحف العثمانية أو المنتسخة منها، و على الروايات التي يرويها بأسانيده المتصلة إلى أصحابها: من: نافع بن أبي نعيم القاري ؒ (ت: ۱۶۹ھ)............ الخ (ص ۵۸)

دار الافتاء

امت مسلمہ نے کتابت قرآن میں جہاں خط عربی کی رعایت کا اہتمام رکھا ہے، وہیں رسم عثمانی کی پابندی بھی ضروری قرار دی ہے، اور اس سلسلے میں أئمہ رسم کی تصانیف سے فائدہ اٹھایا، اور مصاحف کی کتابت میں أئمہ رسم کے اقوال کو ملحوظ رکھا، البتہ ان میں مرکزیت، شیخین یعنی امام دانی ؒ اور امام ابوداود ؒ کو حاصل رہی ہے، لیکن کہیں کہیں دوسرے أئمہ رسم کے اقوال بھی لیے گئے۔

کتابت قرآن کے سلسلے میں یہ سوال غور طلب ہے کہ کسی کلمے کے رسم کو معلوم کرنے کے لیے أئمہ رسم خصوصاً شیخین ؒ میں سے کسی کی نص ضروری ہے، یا ان کے سکوت کو بھی رسم کے معلوم کرنے کا ذریعہ سمجھا جائے گا؟ مثلاً ایک امام نے کلمہ "الصوٰعق" کا رسم بیان کرتے ہوئے لکھا کہ اس کو حذف الف سے لکھا جائے گا اور

JOC37

Scanned by CamScanner

دوسرے امام نے اس کلمے سے حذفاً یا اثباتاً تعرض ہی نہیں کیا تو کیا اُن کی طرف سے اس کلمے کا رسم اثباتِ الف سمجھا جائے اور دلیل یہ ہو کہ اگر اس کا رسم خلافِ قیاس یعنی حذف سے ہوتا تو امام اِس کی تصریح ضرور کردیتے، چنانچہ ان کا تعرض نہ کرنا ہی اس کے اثبات کی دلیل ہے۔

اس سلسلے میں معاصر اہلِ علم حضرات کے دو نظریے ہمارے سامنے ہیں: ایک شیخ احمد بن احمد بن معمر شرشال حفظہ اللہ کا ہے، جو انہوں نے مختصر التبیین لھجاء التنزیل لأبی داوٗدؒ کے اپنے تحریر کردہ مقدمہ میں اختیار کیا ہے کہ امام دانیؒ اور امام ابوداوٗدؒ کا سکوت بالکل حجت نہیں ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"أما أن يختار المشارقة أو المغاربة الإثبات في بعض الحروف التي سكت عنها أبو داوٗدؒ بحجة أنّ الأصل الإثبات ، فهذه حجة واهية، لأن غيره نص على حذفها، وكذا الحروف التي سكت عنها الدانيؒ. وقد يكون الحرف المسكوت عنه من الحروف التي اتفقت عليها المصاحف بالحذف،فسكوت أحد الشيخين عنها لا يلزم منه الإثبات.من ذلك مثلا قوله تعالى : من تفوت (سورة الملك:٣) جاء ت ثابتة في المصحف برسم الدانيؒ في الوقت الذي نقل فيه أبو داوٗدؒ حذف الألف في جميع المصاحف ، و يؤيد الحذف قراء ة الأخوين (الامام حمزةؒ و الامام الكسائيؒ) بحذف الألف و تشديد الواو.

والأمثلة على هذا النمط كثيرة، بل هناك كلمات متناظرة حذفت في موضع و أثبتت في موضع آخر، وهذا اضطراب و فساد يجب الرجوع عنه ، فتبين لي من خلال استقراء منهج المؤلف و كلام العلماء فيها أن الحذف فيها أرجح، حملا على نظائرها، ولنص غيره عليها ويكون سكوته عليها من قبيل السهو و النسيان ، فجل من لا يسهو، و اللّٰه أعلم(ص:٣٣٩، ج:١)

اس کے برعکس شیخ محمد شفاعت حفظہ اللہ اپنے مقالے میں امام دانیؒ کے سکوت کو اثبات کی دلیل سمجھتے ہیں، چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"والفرق بين كتاب الدانيؒ وكتاب ابن نجاحؒ ، أنّ الداني في

00C38

Scanned by CamScanner

(المقنع) ذكر مروياته عن المصاحف بتحديد كلمات بقيودها في سورها، وسكت عما عداها، اشارةً الى بقائها على الأصل الذى هو الاثبات و الموافق للقياس. ("حكم الألفات التى سكت عنها الإمام الدانيؒ" ص: ۵۸)

ہرایک محقق نے اپنے اپنے نظریے پر دلائل پیش فرمائے ہیں۔

ہماری رائے میں مذکورہ بالا دونوں نظریے قابلِ غور ہیں، اور دو انتہاؤں کو چھوڑ رہے ہیں، شیخ شرشال حفظہ اللہ کا یہ فرمانا کہ سکوتِ امام کا بالکل کوئی اعتبار ہی نہیں محلِ نظر ہے، کیونکہ بعض مقامات پر قرائن کی وجہ سے بعض حضرات نے سکوت سے استدلال فرمایا ہے، چنانچہ صاحب سفیر العالمین تحریر فرماتے ہیں:

سمیر الطالبین (عقیل الرحمن)

وأما "اجتبٰـه" في النحل (۱۲۱) و "اجتبٰكم" في الحج (۷۸) فذكر (أبوداؤد) في ((التنزيل)) أنهما رسمتا في بعض المصاحف بغير ألف، وفي بعضها بالألف، واختار رسمهما بالياء، كما يقتضيه سكوت الداني عن عدهما في المستثنيات(٦) (ص: ۱۱٦، ج: ۱)

(وفي هامشه: (٦) لا يظهر ذلك من كلام أبي داؤدؒ، فقد قال في التنزيل ص: ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳ في سورة النحل: ﴿اجتبٰه﴾ بغير ألف، و أصل هذه الكلمة أن تكون بياء بين الباء و الهاء، الا انني لم أرو ذلك عن أحد، ولا رسمها احد في كتابه لا بالياء، ولا بألف ثابتة ولا محذوفة، فلما رأيتهم قد أضربوا عنها تأملتها في المصاحف القديمة، فوجدتها بغير ألف، وفي أكثرها بالألف، فان كتب كاتب هذه الكلمة بألف فصواب، وان كتبها بغير ألف فكذلك أيضاً، وان كتب بالياء فكذلك، و مثلها ﴿اجتبٰكم﴾ في الحج. اهـ

وقال في سورة الحج: وفي هذه الآية من الهجاء حذف الألف من: ﴿جٰهدوا﴾، و ﴿اجتبٰكم﴾ ...... وقد ذُكر اهـ. التنزيل ص: ۸۸۳.

قال د. شرشال: "سوّى و صوّب أبو داودؒ الأوجه الثلاثة، ولكن رسمها بالياء -على ما يظهر- أرجح من غيره لعدة أمور،

00039

Scanned by CamScanner

منها : اتّباعا للأصل كما صرّح بـه المصنف؛ لأنها من ذوات الياء،
و منها : سكوت أبى عمرو الدانىّ عن عدّها فى المستثنيات من ذوات الياء،
و منها : حملها على نظائرها مما رُسم بالياء. قال ابن عاشر: (و مُقتضىٰ سكوت أبى عمرو عن عدّ هذه الكلمة فى المستثنيات بعد تقرير القاعدة فى ذوات الياء و الحمل على النظائر ترجيح (الياء) وهو ما جرى به العمل فيما علمتُ)، و نقله المارغنىّ و قال : (وهو ما جرى به العمل عندنا)، وقال ابن القاضى : (العمل بالياء، وهو الأصل)" اهـ. انظر : التنزيل ص : ٧٨٢ حاشية، المقنع ص : ٦٣، دليل الحيران ص : ٢٠٩.)

اسی طرح شیخ شفاعت حفظہ اللہ کا یہ فرمانا کہ سکوتِ دانی ؒ ہمیشہ اثبات کی دلیل ہوگا، یہ بھی محلِ نظر ہے، کیونکہ ''مقنع'' اگرچہ امام دانیؒ کی تصنیف ہے، لیکن اس کو امام دانی ؒ سے روایت کرنے والے خود امام ابوداوٗد ؒ ہیں، جیسا کہ ''مقنع'' کے آغاز میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو:

حدثنا أستاذنا الفقيه المغربى أبو داود سليمان بن نجاح رضى الله عنه قال قرأت على أبى عمرو عثمان بن سعيد عثمان المغربى رضى الله عنه سنة إحدى وأربعين وأربع مئة فقلت رضى الله عنا ....الخ (ص: ١٢)

امام ابوداوٗدؒ کی امام دانیؒ کے سامنے وہی حیثیت ہے جو فقہِ حنفی میں امام محمدؒ کی امام ابوحنیفہ ؒ کے سامنے ہے، جس طرح امام ابوحنیفہؒ کے علوم کو امام محمدؒ بعد والوں سے کہیں بہتر سمجھتے ہیں اسی طرح امام ابوداوٗد ؒ، امام دانی ؒ کے علوم کے امین اور شارح ہیں، لیکن خود امام ابوداوٗد ؒ کی زندگی میں ہی لوگوں نے (مقنع کی موجودگی میں) امام ابوداوٗد ؒ سے ایک تفصیلی کتاب کی تصنیف کا اصرار کیا کہ جس میں دوسری قرآنی معلومات کے علاوہ قرآنِ کریم کے رسم پر مفصل کلام ہو کہ ایک ایک آیت اور کلمے کا رسم بیان کیا جائے، چنانچہ امام ابوداوٗدؒ نے مختلف بلادِ اسلامیہ کے لوگوں کے مطالبے کو برحق سمجھتے ہوئے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''مختصر التبیین لھجاء التنزیل'' کئی جلدوں پر مشتمل تحریر فرمائی اور سورۃً سورۃً، آیۃً آیۃً اور کلمۃً کلمۃً رسم پر بحث فرمائی، چنانچہ امام ابوداوٗدؒ خود ''مختصر التبیین لھجاء التنزیل'' کے مقدمے میں رقم طراز ہیں:

"قال أبو داوٗد رضى الله عنه ،سألنى السائلون من بلاد شتى

Scanned by CamScanner

إلى أن أجرد لهم من كتابي المسمىٰ ب: (التبيين لهجاء مصحف أمير المؤمنين عثمان ابن عفان رضي الله عنه) المجتمع عليه، وعلى سائر النسخ ،بالزيادة في بعضها، والنقصان من بعضها، وأن أنبه على ذلك كله ، و أذكر لهم في أول كل سورة إن كانت مكية أو مدنية وعدد آي كل سورة في أولها أيضاً دون سائر ماتضمنه الكتاب المذكور من الأصول والقراءات والمعنى والتفسير والشرح والأحكام والتبيين والرد على الملحدين والتقديم والتأخير والوقف التام والكافي والحسن والناسخ والمنسوخ والغريب والمشكل والحجج والتعليل ليخف نسخه على من أراد ويسهل نسخ المصحف منه لمن رغبه وإصلاح ما قد حذف من هجائه من سائر المصاحف لمن رامه وأسرد لهم القرآن فيه اٰية اٰية وحرفا حرفا من أوله إلى اٰخره فيستغني به من لا يحفظ القراٰن من الناسخين للمصاحف والدارسين له من المريدين و المتعلمين عن مصحف ينظر فيه ونجعله إماما .... الخ

(مختصر التبيين: ج ۲ ص ۳، ۴)

برصغیر میں رسم کی اہم ترین کتاب ''نثر المرجان'' (جس کو عموماً ہمارے دیار کے مصاحف کی کتابت میں بنیاد بنایا گیا ہے، جیسا کہ مختصر التبیین لأبی داوٗدؒ کو مشرق وسطی کے مصاحف میں عموماً بنیاد بنایا گیا ہے۔) کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو امام ابو داوٗدؒ کی کوئی کتاب دستیاب نہیں تھی، کیونکہ اِس کے مصادر میں امام ابو داوٗدؒ کی کوئی کتاب مذکور نہیں نیز جہاں کہیں انہوں نے امام ابو داوٗدؒ کی کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے تو بالواسطہ دیا ہے، چنانچہ ایک مقام پر وہ تحریر فرماتے ہیں:

دار الافتاء

الصراط بإثبات همزة الوصل منصوب و في الألف بعد الراء خلاف حذفاً وإثباتاً ولم يتعرض لذكره الدانيؒ والشاطبيؒ............ وقال صاحب خزانة الرسوم وعزاه للمنهل أن الحذف في كتاب التنزيل فقط. (نثر المرجان: ج ۱، ص ۹۷، (قال المحقق غانم قدوری الحمد ''يريد كتاب التنزيل لأبي داؤد سليمان بن نجاحؒ) نثر المرجان: ج ۱، ص ۲۳۸'')

نثر المرجان کے مصادر میں سرفہرست ''مقنع'' ہے، لیکن دستیاب کتب کو وہ رسم میں مکمل راہ نمائی کے

00041

Scanned by CamScanner

لیے ناکافی سمجھتے ہوئے، ایسی کتاب کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جو مفصل اور واضح البیان ہو چنانچہ تحریر کرتے ہیں:

"...... أن أؤلف كتابا فى رسم القرآن المجيد و أرصف ابوابا فى نظمه الرشيق المشيد فانه علم عزيز يلجأ اليه كل من بلغ التمييز و هو من اسمى العلوم شانا و ابهاها بيانا و برهانا حارت فى دقائقه آراء البلغاء و مارت برقائقه أفكار الفهمآء ولم يصل إلينا من كتبه (أى من كتب الرسم) إلا ما لايسمن ولا يغنى من جوع لا يروى الغليل ولا يسكن الملسوع فشمرت الذيل عن الساق لتحرير هذه الأوراق، سلكت فيه جادة الإنصاف وثنيت المطية عن مساق الاعتساف قضيت حق التنقيح فى كل باب حتى ميزت بين القشر واللباب تقصيت فيه غاية التوضيح وما تشبثت إلا بالقول الراجح الصحيح ولم أبال فى التصريح بالإطناب بغية إفادة الطالب وإحراز الثواب بيد أن ملاك هذا العلم محض الاتباع ولا سبيل إلى تحصيله بغير السماع فالإجمال فى مالا مناص عنه للناس إنما هو إقتار عن صرف البضاعة المزجاة من القرطاس فجاء بفضل الله وحسن التوفيق من لديه كتابا ما استطالت يد التأليف إليه." (نثر المرجان: ج ۱، ص ۳، ۴)

ان کی کتاب کے صنیع سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ وہ سکوت کے بجائے نص ہی ڈھونڈتے ہیں۔ چنانچہ کلمہ قرآنی "أصبعهم" (البقرة:۱۹) کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"بفتح الهمزة ونصب العين ووصل الضمير، كتبه الجزرى فى مصحفه بحذف الالف بعد الصاد وهو الصواب وإن لم يتعرض له بعينه أحد فيما وجدناه من كتب الرسم، قال السيوطىؒ فى الإتقان: "تحذف الألف من كل جمع على مفاعل أو شبهه ......انتهى" والأصابع على وزن أفاعل فهو شبه مفاعل موازنة وانتهاء فى الجمع وقد ذكرنا تحقيق المقام فى المقالة الأولىٰ مستوفىً" (وكتب فى المقالة الأولىٰ :وأما أفاعل فذكر الدانىؒ و الشاطبىؒ منها أكابر فى الأنعام ولم يذكرا غيره من نحو أصابع و أساور وغيرهما، ج ۱، ص ۳۶) (نثر المرجان: ج ۱، ص ۱۱۳)

10042

Scanned by CamScanner

مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ صاحب نثر المرجان نے سکوتِ دانیؒ اور شاطبیؒ کو اثباتِ الف کی دلیل بنانے کی بجائے مصحفِ جزری کے حذف کو لیا ہے اور اس کو ھو الصواب کہا ہے (قابل غور بات ہے کہ مجمع ملک فہد سے مطبوع مصحفِ تاج میں "اصبعهم" کا کلمہ اثباتِ الف کے ساتھ ہے جبکہ امام ابوداؤدؒ نے بھی اس کے حذفِ الف کی تصریح کی ہے، ملاحظہ ہو: مختصر التبيين: ج ۲ ص ۹۹)۔

نیز امام ابراہیم مارغینی التونسیؒ اپنی کتاب "دليل الحيران على مورد الظمآن" میں حذف و اثبات کے مرجحات کو ذکر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ شیخین میں سے ایک کی نص کو دوسرے کی سکوت پر ترجیح حاصل ہوگی یعنی ایک امام کا سکوت مثلاً اثبات کا تقاضا کر رہا ہے جبکہ دوسرے امام کی نص میں حذف کی صراحت ہے تو حذف کو اثبات پر ترجیح حاصل ہوگی۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

"التنبيه الثانی: للحذف والإثبات مرجحات، فينفرد الإثبات بالترجيح لكن حيث لا مرجح للحذف، وينفرد الحذف بترجيحه إلى القراءة بحذفه، لكن حيث لم ينص على الإثبات أو راجحيته، ويشتركان ما في الترجيح بالنص على رجحان أحدهما، وبنص أحد الشيخين على أحد الطرفين مع سكوت الآخر الذی قد يقتضی خلافه، وبالحمل على النظائر، وعلى المجاور، وباقتصار أحد الشيوخ على أحدهما، وحكاية الآخر الخلاف، وبنص شيخ على حكم عين الكلمة عند اقتضاء ضابط غيره خلافه. (دليل الحيران على مورد الظمآن: ص ٦٧)

بالفاظِ دیگر اس کا حاصل یہ ہوا کہ اگر ایک امام کا مذہب اسکے سکوت سے کسی قرینے کی بنیاد پر ثابت ہو رہا ہو تو وہ اشارۃ النص اور اقتضاء النص کے درجہ میں ہوگا اور دوسرے امام کا مذہب اسکی نص سے ثابت ہو تو وہ عبارۃ النص کے درجہ میں ہوگا ظاہر ہے کہ اشارۃ النص اور اقتضاء النص کے مقابلے میں عبارۃ النص کو ہی ترجیح حاصل ہوگی، جس سے واضح ہوا کہ سکوت کے مقابلے میں بہر حال نص راجح ہوگی، ہماری نظر میں یہی بات درست اور سلامتی کی ہے، کیونکہ علم الرسم ایک منقولی علم ہے، لہٰذا جب ایک امام کی نص مل رہی ہے تو اسکے بالمقابل دوسرے امام کے سکوت کو لینے کی ضرورت نہیں۔

جہاں تک ضبط کی بات ہے تو اس سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ چونکہ مصاحفِ عثمانیہ ضبط سے خالی تھے اور اس وقت تک ضبط کی ضرورت بھی نہیں تھی، وہ حضرات بغیر ضبط کے بھی بے تکلف پڑھ لیا کرتے تھے، بعد ازاں جب

Scanned by CamScanner

اسلام کی روشنی عجم کے دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی اور قراءت کے لیے ضبط (علاماتِ اعراب، حرکات، سکون وغیرہ) کی ضرورت پڑی تو ضرورۃً یہ فن ایجاد ہوا اور اس نے تدریجاً ارتقاء کے مراحل طے کیے، چونکہ یہ فن توقیفی نہیں ہے اس لیے مختلف دیار کے مصاحف کا ضبط بھی مختلف ہے، مثلاً وہ حرف جس پر ضمہ کی علامت ہو اور اس کو کھینچ کر (یعنی صلہ کر کے پڑھنا ہو)، تو برصغیر میں رائج ضبط کے مطابق اس پر اُلٹا پیش ڈال دیا جاتا ہے، مثلاً لَـہٗ جبکہ سعودی عرب میں رائج ضبط کے مطابق ایسے موقع پر حرف پر پیش لگا کر آگے چھوٹا سا واؤ بنا دیا جاتا ہے۔ جیسے لَهُۥ، اسی طرح جس حرف کے نیچے زیر ہو اور اس کو کھینچ کر ادا کرنا ہو (یعنی صلہ کر کے پڑھنا ہو) تو برصغیر میں رائج ضبط کے مطابق اسکے نیچے کھڑی زیر لگا دی جاتی ہے، مثلاً بِهٖ جبکہ سعودی عرب میں رائج ضبط کے مطابق ایسے موقع پر حرف کے نیچے زیر لگا کر آگے چھوٹی سی یا لکھ دی جاتی ہے، جیسے بِهِۦ، اب اگر الٹے پیش مثلاً لَهٗ اور کھڑی زیر مثلاً بِهٖ والے ضبط کو اس لئے غلط کہا جائے کہ یہ سعودی عرب میں رائج ضبط کے خلاف ہے، لہٰذا یہ ضبط غلط ہے، تو یہ بات بالکل درست نہیں، کیونکہ ہر دیار کے لوگ اپنے ہاں کے رائج شدہ ضبط سے آشنا ہوتے ہیں اور اسی کے مطابق اُنہیں پڑھنے میں آسانی ہوتی ہے، اس لئے ہر دیار میں وہاں کا رائج شدہ ضبط ہی معتبر ہے۔ لہٰذا کسی دیار کے مصاحف کا ضبط اگر وہاں کے دیار کے قواعدِ ضبط کے مطابق ہے تو اسے دوسرے دیار کے ضبط سے مختلف ہونے کی وجہ سے غلط نہیں کہا جائے گا بلکہ اسے غلط کہنا زیادتی ہوگی۔ البتہ یہ واضح رہے کہ اگر کسی نے زبر کی جگہ زیر لگا دی یعنی حرکات وغیرہ غلط لگا دیں تو وہ غلط ہی ہونگی۔

دار الافتاء

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد ہم اپنی بحث کو مندرجہ ذیل نتائج پر سمیٹتے ہیں:

۱...... قرآنِ کریم کی کتابت کے لیے چونکہ خطِ عربی کے ساتھ ساتھ رسمِ عثمانی کی پابندی بھی ضروری ہے اس سلسلے میں کسی کلمہ کے رسم کے لیے ائمہ رسم کے اقوالِ معتمدہ میں سے کسی قول کو بھی لیا جا سکتا ہے، بالمقابل دوسرے قول کی وجہ سے اُسے غلط نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی وہ رسم کی غلطی شمار ہوگا اور اس پر نکیر بھی نہیں کی جائے گی۔

۲...... علماءِ رسم کے سکوت کے مقابلہ میں ان کی نص راجح ہوگی۔

۳...... ہمارے برصغیر کے مطبوعہ مصاحف کا رسم کے اعتبار سے تحقیقی جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ ان کا رسم اگر ائمہ رسم میں سے کسی ایک امام کے بھی قول کے مطابق ہو تو اس کو اسی حالت پر رہنے دیا جائے، بلاوجہ تبدیل نہ کیا جائے، ہاں اگر کسی قولِ صحیح پر منطبق نہ ہو تو اس کو صحیح کر دیا جائے۔

۴...... ضبط چونکہ غیر توقیفی ہے اس لیے اس میں کسی ایک دیار کے مصاحف کے ضبط کو دوسرے دیار کے مصاحف کیلئے لازم قرار دینا درست نہیں، خصوصاً جس ضبط سے وہاں کے لوگ آشنا نہ ہوں، البتہ اتنی شرط ضرور لازم ہے کہ وہ ضبط قراءاتِ متواترہ کے خلاف نہ ہو، لہٰذا سعودی عرب میں رائج شدہ ضبط کی تمام صورتوں کو پاکستانی

Scanned by CamScanner

مصاحف کے لیے بھی لازم قرار دینا صحیح نہیں ہے جبکہ یہاں کے لوگ وہاں کے ضبط سے عام طور پر آشنا نہ ہوں۔

۵.....قرآنِ کریم امت کی اجماعی متاع ہے اس میں رسم کے مختلف مناہج (مثلاً شیخ دانی رحمہ اللہ اور شیخ ابوداؤد رحمہ اللہ وغیرہ) کو امت میں افتراق وانتشار کا ذریعہ بنانا ہرگز درست نہیں۔

وفقنا اللہ تعالیٰ لما یحب ویرضیٰ

کتبہ

(قاری) خلیل الرحمٰن ڈیروی

(استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی)

۱۳/۷/۱۴۳۶ھ

بندہ اس مضمون سے پوری طرح واقف ہیں۔ مکرم قاری خلیل الرحمٰن ڈیروی (پی ایچ ڈی) استاذ تجوید و قراءات جامعہ دارالعلوم کراچی کی مدون کی ہوئی تحریر ... بندہ اس جواب کو صحیح سمجھتا ہے۔

(مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی) محمد رفیع عثمانی (صاحب مدظلہم)

(استاذ حدیث، مفتی وصدر جامعہ دارالعلوم کراچی)

(۱۲/۷/۱۴۳۶ھ)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

احقر نے یہ مدلل تحریر پڑھی اور فن سے ناآشنا ہونے کی بناء پر عزیز مکرم قاری خلیل الرحمٰن سے سمجھی۔ احقر کو اس جواب پر اطمینان ہے۔ روانہ کردیا جائے۔

بندہ محمود اشرف غفراللہ لہ

۱۵/۷/۱۴۳۶ھ

(مفتی) محمود اشرف (صاحب)

(استاذ حدیث ومفتی جامعہ دارالعلوم کراچی)

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

یہ تحریر بندہ کی رائے اور مشورہ سے لکھی گئی ہے۔ بندہ اس کی حرف بحرف تصدیق کرتا ہے۔

عبدالملک

(قاری) عبدالملک (صاحب)

(شیخ التجوید والقراءات جامعہ دارالعلوم کراچی)

۱۲/۷/۱۴۳۶ھ

حضرت صدر دارالعلوم مدظلہم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ بندہ کے نزدیک بھی بالکل درست ہے۔ الحمدللہ تحریر پڑھ کر بندہ کو اس پر اطمینان حاصل ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۷/۷/۳۶ھ

دارالافتاء

فتویٰ نمبر ۸۲/۱۷۳۵

۳/۱۱/۳۶ھ

۲۰۱۵/۸/۲۰

دارالافتاء

فتویٰ نمبر ۸۱/۱۷۱۸

۲۸/۷/۳۶ھ

۲۰۱۵/۵/۱۶

مفتی

بندہ بھی مذکورہ جواب سے متفق ہے۔

بندہ عبدالرؤف سکھروی

۲۱/۷/۱۴۳۶ھ

مفتی

قرآن کریم اور اسکا رسم وضبط۔ ایک علمی اور تحقیقی جائزہ۔ (یہ مختلف تحریرات کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ وہ تحریرات دارالافتاء کے ریکارڈ میں موجود ہیں)

بتصدیق حضرت رئیس الجامعہ زید مجدہم

وحضرت مفتی محمود اشرف صاحب مدظلہم